



سوانح عمری  
۳



والکبر کے مشہور و فہم عالم مضامین  
کے ایک نئے بروقت انشاپرواز، بڑا اور فلاسفہ

# ابو الفضل علامی

## کی سوانح عمری

جن کو مولوی غلام ثقلین صاحب نے لکھ کر رسالہ حسن حیدر آباد میں

چھپوایا  
اور ایک اشرفی انعام پایا

باجازت نواب عماد نواز جنگ ایڈیٹر رسالہ حسن

مشتی فضل الدین لکھنؤ میں شایع ہوئی  
بفراغ  
لاہور میں شایع ہوئی







عمدہ خیال کی اُس کو اختیار کر لیا یہی بات ہمیشہ اس کی زندگی کا اصول رہی ہے۔ گفتگو کی کتابوں کا وہ اکثر مطالعہ کرتا تھا اور ہمیشہ اُن کو اپنے پاس رکھتا تھا۔ کیونکہ وہ خود صوفیہ بزرگوں کی اولاد سے تھا اور اُس کی تعلیم و تربیت اسی خیالِ اب کے لوگوں میں ہوئی تھی شیخ محی الدین ابن العربیؒ کی حقائق، شیخ ابن فارسؒ اور شیخ صدائے بن قنوی کی تصانیف زور سے اس کے مضامین پر توجہ تھیں۔

جس زمانہ کا ہم ذکر کرتے ہیں یعنی شیخؒ کے کُحراتِ انجلیہ زمانہ میں وہاں ایران کا ایک بہت بڑا فاضل دارالحدیث تھا۔ یہاں نے اہل علم، سند اور دیگر علم پر توجہ دیا کرتا تھا۔ اس زمانہ میں صاحبِ کرامت ابن عربیؒ اور اس کے شاگردوں نے یادیں محقق طوسی کی بحیرہ بزمی شہ اور ابن عربیؒ کی محکمہ پر ہوتے تھے یہ موقع مبارک تھے لیکن اچھا تھا اور وہ اس زمانہ میں کے اہل علم میں سے تھے۔ شریک ہوتا تھا اس سے سوانح نگار نے اس کے بارے میں ۱۰۰ باب لکھے ہیں اور درنستوت ہی کی کتابوں سے سندیں ہوا تھا۔ مختلف ذوق کے اصولِ معلوم کیے تھے۔ اہل علم کے خیالات اور بھی وسیع ہوتے۔ علم کے اس وسیع زریعہ کو یکسر محوم عام مشہور ہوئی میں ۲۵۰۰ سال کی عمر میں وہ آئینہ میں مل جاتا تھا۔ اس زمانہ میں ہندوستان کا دارالسلطنت سمجھا جاتا تھا۔ اور وہ زمانہ ہے جب شیر خاں افغان نے عجیب غریب بافت کہشش اور قوتِ ہمدی سے ایک معمولی سپاہی کی حالت سے ترقی کر کے ہندوستان کے غلوں کو ہلاک کر ایک افغانی سلطنت زبردست اور منظم قائم کی تھی۔ مشہور خبری یا مشہور میں شیخ مبارک مستقل طور سے اگر وہ میں متیم ہو گیا یہاں آہستہ آہستہ اُس نے شہرت حاصل کرنا شروع کی۔ بیشمار آدمی اُس کی ملاقات کو آئے تھے اور بہت سے اُس کے معتقد بھی ہو گئے تھے۔

بہت سے آدمی اُس کے پاس نذرین اور تحفے بھی لاتے تھے۔ لیکن یہ بہت کم لیتا تھا۔ جو لوگ زیادہ اتفاق کے ساتھ لاتے تھے اُن سے اپنی حاجت کے موافق قبول کر لیتا تھا۔

یہاں شیخ مبارک صوفیوں ہی کی طرح ذہن ہاتھ بلکہ طالب علموں کو اکثر درس میں ہوتا تھا اور اس سے اُس کی بے تعصبی اور صلح کل خیالات لوگوں میں پھیل جاتے تھے اور وہ اُس کے صوفیہ فکر کو سمجھا جاتا تھا۔ اُس کی شہرت و دنیا کی وجہ سے

شیر شاہ اور سلیم شاہ نے اپنے اپنے عہد میں شیخ سے جاگیر قبول کرنے کی درخواست کی اور اگرچہ  
 اس کی معاش بہت قلیل تھی اور اس نامہ میں علماء اور فقہاء بادشاہوں اور امیروں سے  
 جاگیریں اور دیات قبول کرنے میں انکار بھی نہ کرتے تھے لیکن شیخ نے شکریہ کے  
 ساتھ انکار کیا۔

۹۶۵ء ہجری بالمشاعر میں جب بالوں دوبارہ ہندوستان میں آیا اور دہلی  
 اور آگرہ پر قبضہ کر لیا تو اس کے ساتھ ایرانی اور عراقی حکم بہت سے آدمی بھی آئے اور  
 ان کے شیخ نے اس کی مجلس اور جی کریم ہو گئی۔ یہ لوگ عہد نامہ صاحب دین اور تربیت  
 یافتہ ہوئے۔ یہ و شاہی بقصوت و زہد پیکار کرنا پسند کرتے تھے ان کے لئے  
 سے انعام دیا گئے۔ متعدد بار وادیا و ہویہ۔ سلیخ نے کلمہ ہذا صلیح کل کے  
 خیالات شائع کرنے شروع کئے۔

بہت کامیابیوں کی اوقات پہ کچھ عرصہ سے تیمور اور اس کے بیٹوں نے آگرہ  
 پر قبضہ کر لیا تو شیخ اس کے عزمیوں اور اس تبدیل حکومت سے کسی قدر ایذا پہنچی۔  
 لیکن شیخ نے نیکنہ صیافتہ تھی کہ اس کی ایذا سے اس سے انت کو امید نہ ہو۔ اس  
 لئے تیمور نے چند حقول و دیوں کو غرض خواہی کے لئے عینتہ پاس بھیجا اور شیخ کی  
 سفارش بہت سے آدمیوں کی جانب سے آئی۔

۹۶۵ھ میں ۱۵۵۳ء سال کی مجلس تخت مملکت پر بیٹھا ہمارا سال تک اس کو کار و  
 سلطنت زیادہ معلق میں تھا اس کی اہم مہم غلام کام نہایت مستعدی اور لیاقت سے سر انجام دیا  
 تھا جس سے دست زریں کی حدود کی بجا کبر پڑ گئے۔ آرم کا ہت اثر بہت بن افسوس ہے کہ اس کے ساتھ ہی  
 یہ کمنا چرما کے زمانہ طغی اسلام کا کردہ نہایت تعصبا تھا اور اگر کی بجزوفی کا الزام زیادہ تر  
 انہیں کی گردن پر ہے۔ یہ لوگ شیخ تاک لی شہیدہ اثر کے پھیلنے سے نہایت  
 جلتے تھے۔ اور اس وقت جبکہ شاہ ہندوستان کی طبیعت پر ان کو پورا اقتدار  
 حاصل تھا انہوں نے اس کے ساتھ ہی اور رہنمائی میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں  
 کیا۔ آگرہ کے سب مولوی ہمیشہ سے اس کے دشمن چلے آتے تھے۔ اس کے ایک عہد  
 میں ہمارا کہ اور اس کے خاندان کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر ڈالیں۔

۹۶۵ھ میں ہندوستان میں ایک عجیب و غریب فرقہ کا بہت پرچار تھا۔ سلیم شاہ نے

زمانہ میں جب باپوں ہندوستان سے نکلا پھر آگیا۔ شخص یہ سید محمد بن پوری کہ اس کے سر پر ہمدی  
موجود رکھتے تھے اور اس کے علم حاصل ورثہ و تعلق۔ چال و چلن کی اس سے زیادہ تعریف کر کے  
بہت سے لوگوں کو متفقہ کر لیتے تھے۔ شیخ عثمانی ایک نیک چلن دار یقیناً جو ان بھی اس فرقہ میں  
بندہ مدویہ آتے ہیں شامل تھا شیخ مبارک بھی اس نوجوان و نقدت حق اندر گو شیخ  
اس کو بہت بھلا لکھا لیلین وہ باز نہ آتا تھا۔ آخر کار اس شہور مدوی اور شیخ کی ملاقات کے  
سبب علماء اس ہمدوی کہنے لگے۔ ہمدی اس میں سلامت ہے۔ شیخ بھلا  
جانتے تھے جیسے کہ وہ ہر زمانہ میں سمجھے جاتے ہیں۔ ملاؤں سے برسوں پر جسے کرنے شروع  
کئے اور مبارک کو ہمدی مدتی اور مدتی تھے +

یہ وہ زمانہ ہے جب ابیر ہمدی ہفتہ کے آدھوں کو نادر تہی محل میں بجا کر سنا  
کر آیا تھا۔ اس نے مبارک و یگان بھی بخشیں کرائیں۔ بب مبارک کے ہمدی جو نے سے  
انکار کیا۔ د علماء کہ از ہم پر لازم فیض تریغ کئے تھے تان بی عدوت کی آواز بھی بھلا کر  
اس پر ہمدی اور شیخ کا الزام لگاتے تھے۔ زمانہ میں بادشاہ تو اٹھائوں میں مصروف  
تھا اور آ کر وہ میں علماء اور مبارک کی بحث و تہار و تہارے ہٹے گئے۔ سب تو پور نے ملک کی  
بڑی ساشی کی و عوام کو اب۔ یہ بھی سنا لیا یہ کہہ کر کہ۔ کہ لوگوں کو مارا کہ یہاں سے بادشاہ  
کہ ایسا بھلا کہ آخر کار شیخ مبارک اس میں سے سردار کو اختیار دیا +

بادشاہ سے اجازت پا کر شیخ ابنی جو دم الملک جو اس میں نہ ہی گروہ کا  
ہر دار تھا اور جس کو وہی اختیارات حاصل تھے جو فسطاط میں شیخ الامام کو ادبیاں میں  
مجتہد باشی (مجتہد شہابی) کو دیتے ہیں۔ مبارک کے ہر ایک بی شمار گروہ کو بھیجا مبارک  
اور اس کے بیٹوں کو کچھ ملائیں مبارک کے دوستوں اس کو بھی جبردی اس کے بیٹوں نے  
سے انکار کیا مگر اس کے دوستوں نے اس کو زبردستی وہاں سے نکال کر محفوظ جگہ پر پہنچا  
دیا۔ جب آدمی اس کے پادریکے لئے اس کے مکان پر پہنچے تو انہیں شیخ دیکھا کہ پرندہ لڑکیا  
لے۔ اور اس سے انتقام نہیں لے سکتے اس لئے علمائے پنا عہد اس کی مسجد کے قریب  
آتا تھا جس پر وہ اکثر و متعلق کرتا تھا اور اس قریب کو مسما کر دیا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ہمدی میں اچھا  
پہنہا وہ جس میں شیخ مبارک اس کے بیٹوں کی آئینہ عظمت کی بنیاد پڑی +  
آخر شیخ کا اس میں نہایت فوج کی حمایت اور مصیبتیں جھینپی تھیں ایک ایک کی حالت کی



شہنشاہ کی فرمائش پر اس نے اقدار کو خوب یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے سلطنت مغلیہ بلکہ سلطنت اسلامیہ  
 ہند کی آئندہ سوریس کی پالیسی پر بہت بڑا اثر پڑا۔

اب شیخ چوہدری بادشاہی حکم کے خلاف بھاگا تھا اور بادشاہی حکام اس کو ہمیشہ پکڑ  
 سکتے تھے اس لئے اس کو سخت مشکلیں پیش آئیں جس کا وہ میں نے جانتا تھا اور وہاں  
 ایک آدمی بھی مخالف جماعت کا موجود ہونا تھا تو وہاں سے بھاگ کر دو جگہ چلا جاتا تھا اور  
 اسی طرح مصیبتیں جیسے ہوا شیخ سلیم چشتی کے پاس پہنچا جو اس زمانہ میں بادشاہ کا پیر تھا  
 اور جس کی دعا سے جہانگیر پیدا ہوا تھا۔ شیخ نے کچھ زاد سفر دیا۔ کچھ اوقات ہائیں صلاح دی۔  
 وہ فوراً گجرات کی طرف روانہ ہوا جہاں اس نے اپنی زندگی کا عمدہ حصہ یعنی طب لعلی کا زمانہ  
 بسر کیا تھا مرزا زین کوہ نے یہاں اس کے ساتھ عمدہ سلوک کیا بہت خاطر دہی کی اور  
 بادشاہ تک سفارش کی۔ مرزا میرزا کو کاتے بادشاہ کو کھاکر شیخ مبارک ایک عالم پر میرزا  
 آدمی ہے۔ اس کے بیٹے ہوشیار اور لائق ہیں۔ انعام میں اس کو کوئی جاگیر نہیں ملے۔  
 اس کے ستائنے اور جگہ جگہ تعاقب کرنے سے کیا حاصل بلکہ عرض بادشاہ نے شیخ مبارک کو پل  
 دربار میں بلایا اور شیخ فیضی بھی جس کی شاعری نے نہرت پانی تھی اس کے ساتھ آیا۔ یہ  
 ملاقات نہایت تپا کے ہوئی اور فیضی بادشاہ کے پاس یہ کیا مہیا کئے اپنے دھڑکے بیٹے ابو الفضل  
 کو جس کی عمر اس وقت میں برس کی تھی دربار میں پیش کرنا مناسب خیال نہیں کیا۔

اب شیخ مبارک آرام سے بیٹھا اور چوبیس برس تک اپنے لائق اور ہونہار میٹوں کی  
 ترقی کو شکر اور خوشی سے دیکھتا رہا۔ وہ ہمیشہ اس کا حکم ملتے تھے اور بڑے بڑے کام بغیر اس کی  
 صلاح اور نصیحت کے نہ کرتے تھے۔ رستہ ہجری میں جبکہ اس کے بیٹے سلامت کے سب  
 اعلیٰ عہدوں پر سرفراز تھے اور وہ ان کا اقتدار اپنی آنکھ سے دیکھ چکا تھا۔ بموقعہ  
 مکہ یہ عالم نکلا اور بڑا آدمی نہایت اطمینان سے اس جہاں سے گزر گیا۔

مبارک ایک سنجیدہ اور پرہیزگار آدمی تھا گو اس کا باپ سیستان کا باشندہ تھا اور اس کے  
 بزرگ بزرگ تھے لیکن وہ خود ہندوستان میں پیدا ہوا تھا۔ اس لئے عبد القادر بدایونی اور دیگر  
 قادری سنیوں نے اس کو گاندھی لکھا ہے مگر حقیقت وہ سیستانی ہے۔ یہاں میں اس نے  
 سنیوں کی تعلیم پائی تھی۔ اور بڑے ہو کر اس نے ہر مذہب اور علم کے اصول سے وہ فیض حاصل کیا  
 جس سے اس نے اپنے علم کا ان کے انجیل اور کتابیں پڑھیں اور ان کے علم سے

اور چونکہ ہر فرقہ کے آدمیوں کے تپا کشت ملا تھا اور ان کو کوہنہ کی نگاہ سے دیکھنا تھا  
 اس لئے ہر فرقہ کے متعصب آدمی اس کے ساتھ عداوت رکھتے تھے۔ وہ بہت بڑا عالم بھی تھا  
 اور متقی صوفی بھی۔ جیسا کہ عبدالقادر بدایونی کی تاریخ میں اس کی مسجد کے منبر گرانے سے  
 حال سے معلوم ہوتا ہے۔ وہ غلط بھی تھا اور طلباء کو مختلف علوم پر درس بھی دیا کرتا تھا۔ اس  
 کا گھر درویشوں اور خدا پرستوں کی خانقاہ تھی جہاں وہ اور اس کے بیٹے اور ستر آدمی  
 اور رہتے تھے۔ ان میں میں عبدالقادر بدایونی بھی رہتا۔ جو ابوالفضل اندلیسی کا سب سے بڑا  
 دشمن ہوا ہے۔ اور جس کا ذکر آئینہ آبشکا۔ یہ ستر آدمی نہایت قناعت اور کفایت شعاری  
 سے، بارگاہ کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے۔ اور بعض دفعہ جب کچھ اور میر نہ آتا تھا۔ تو  
 گیہوں بال کر کھا لیتے تھے۔ اور وہ ان فقیروں کی طرح خدا کی یاد میں مصروف رہتے  
 تھے۔ ایسی ایسی باتوں سے لوگ اس کی مدح و تحسین کرتے تھے۔ لیکن بعد میں جب  
 اس کا بیٹا ملک الشعراء اور دوسرا دیر سزا ہو گیا تو اس نے عمل کا ان کو اور بھی لفین ہو گیا ہو گا  
 مبارک کا نہ بے ٹھیک ٹھیک طور سے معلوم نہیں۔ اس سے بزرگ کسی طور پر حنفی  
 کہلاتے تھے۔ اور صوفی تھے۔ وہ جو بھی صوفی۔ مگر اگر اہل حال و قال سے اس کو نفرت تھی۔  
 اور اس حکم صوفیوں کی نہایت کیا را تھا۔ کسی فرقہ سے اس کو عداوت نہ تھا۔ اور چونکہ ارباب  
 سے اکثر ملتا رہتا۔ اس لئے اگر شیعہ ہوئے گا گمان کرنے سے منع نہ کرنا چاہیے کہ  
 وہ شیعہ نہیں تھا۔ لیکن اس فرقہ کے اہل سے خوب واقف تھا۔ مگر یہ اور محمد بنی کا  
 جو الزام اس پر لگا ہوا ہے بالکل غلط ہے۔ وہ اگر خدا تعالیٰ کی بابت میں مشغول رہتا  
 تھا۔ جو شخص اس کی زندگی اور نعتی کا ذکر سے معاملہ کرے گا وہ اس عجیب و غریب آدمی کی  
 متانت استقلال۔ بے تعصبی اور علمیت سے متحیر ہونے بغیر نہیں رہ سکتا۔

## ابوالفضل کی پیدائش اور بچپن

جن زمانہ میں مبارک مستقل طور سے آگرہ میں مقیم ہو گیا تھا۔ اس کے گھر میں اتوار کی  
 رات ۱۰ محرم ۷۵۷ کو ایک لڑکا پیدا ہوا جس کا نام تھا ابوالفضل خطیب کاندھلوی کے  
 نام پر ابوالفضل رکھا گیا۔ یہ مبارک کا پہلا بیٹا نہیں تھا بلکہ اس سے پہلے ۷۵۷ء میں  
 ایک لڑکا پیدا ہوا تھا جس کا نام اپنے پر کے نام پر مبارک رکھا گیا تھا۔

جب اس کی عمر پندرہ برس کی ہوئی تو وہ محبوب بنیں کرتا تھا۔ اسے سب آدمی اس کی پرورش کی  
سے محبوب جوتے تھے۔ پانچ برس کی عمر میں بڑا سبب بن گیا اور اس کے آپ شیخ  
سبارک نے جس نے اپنی آئندہ امیدیں انہیں دلوں میں پڑھیں پر باندھ رکھی تھیں۔ اس کی  
تعلیم شروع کی بیٹا اور باپ دونوں تھابت احتیاط سے اس کی نگرانی کرتے تھے۔ اور علم کو  
اور بری صحبت سے ہمیشہ بچاتے رہتے تھے۔ اور اس نے کئی جگہ زین کا بیانی کی وجہ اپنے  
باپ کی لیاقت اور ماں کی سلامت روی کو بیان کیا ہے چنانچہ ایک خط لکھتا ہے۔  
ابتداء بر ملک بابک نیازیدم جو فضل زائدکم ہم تک رہیم بود ہم بابائے من

ابو الفضل کو بچپن ہی سے اس زمانہ کے طریقہ تعلیم سے نفرت تھی۔ اور جس طریقہ سے  
بچوں کو پرہیزایا جاتا تھا اور جو کتابیں عام استعمال تھیں ان کی ابتدائی تعلیم کا جزو قرار دیا  
تھیں۔ کم عمر ابو الفضل ان کو جی لگا کر نہ پڑھتا تھا۔ اکثر آدمی حوائز ہڑے ہڑے عالم اور  
محقق اور لکھنے والے ہوتے ہیں۔ علم و درسی کتابوں پر توجہ نہ کرتے تھے۔ ایسا معلوم  
ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں بھی درسی کتابیں تہ تیغ ہوئی جیسا کہ ہمارے کتبوں میں  
کچھ حصہ گذر کر حروف تہجی نے بدھمو و نار شروع کر دیے تھے۔ ان کے کچھ ہی سبب جو  
ابو الفضل زندہ ولی و رشوق سے نہ پڑھتا تھا۔ یہ حال دیکھا تو باپ نے اپنے بیٹے کی تعلیم کیلئے  
اپنے دو بھرت شاذ اختیار کی۔ شیخ مبارک بزرگوار پر جو اسکو پڑھاتا منظور ہوا تھا ایک سال  
لکھ کر ابو الفضل کو دیا۔ پتا تھا لیکن اس پر بھی اس نے کوئی معتد بہ ترقی نہیں کی۔ مہربان  
پر اس کے دل میں شک و شبہات پیدا ہوئے تھے۔ زمانہ کا یہ حال تھا کہ جو بات کو رس  
دکشبندی میں ہوتی تھی اس کے خیال میں بہت سے اعتراضات اس پر آتے تھے لیکن  
کم عمری و حیا اور نرمی سے کچھ پوچھ نہ سکتا تھا۔ جب سبق پڑھ کر کھڑا رہا اپنے آپ کو ملامت  
کرتا تھا اور روتا تھا کہ میں کیا پڑھ کر آیا ہوں کہ کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ اور ہر بات پر اعتراض  
دار ہوتا تھا۔ جب استاد سے کوئی سوال کرنے کو ہوتا تھا تو جواب نہ ہوتی تھی اور پکارتے  
لگتے تھے۔ آخر کار اس کی دوستی ایک ہم عمر سے ہو گئی۔ اور اس کے ساتھ مدرسہ میں داخل  
ہو کر باقاعدہ محضر سے پڑھنے لگا۔ عرض رفتہ رفتہ تمام درسی کتب میں جن کا پڑھنا اس  
زمانہ میں طالب علم کے لئے ضروری سمجھا جاتا تھا اس کے پڑھنے میں مدد و توفیق ہو گیا۔  
اس کی تعلیم کی ساری کتب پڑھ کر اس کا چاہئے کہ وہ ہر علم میں توفیق پائے۔



کتاب میں کوئی شخص نہ ملے گا جس سے یہ کہی ناممکن ہے کہ اس نے کنگستان کے بڑے  
مصنف اور بزرگانہ مکاتیب کو نو برس کی عمر میں سرفرازی و شکست کی نظم آئیں حفظ تھی  
اور بہت سے نو بیوں کا یہ قول تھا کہ اگر ملٹن کا کل کلام فوت ہو جاوے تو مکاتیب اس کی  
تہم جلد میں اپنے حافظہ سے لکھ سکتا ہے۔ یہی حال ہمارے ابو الفضل کا تھا +

اس کی ہودت اور ذہانت کا یہ حال تھا کہ اکثر دما کے کلام ان کی تصانیف اور  
راویوں پر اعتراض کر بیٹھا تھا اور جیسا کہ دستور ہے لوگ ایک دوسرے کے اور نہ جواب دہ  
کوڑے آدھوں پر اعتراض کرتے دیکھ کر سننے تھے اور پچھلے ابو الفضل کی ہسی اڑتے  
تھے۔ بعض آدمی خیال کرتے تھے کہ زیادہ پڑھنے سے اس کے دماغ میں نور ہو گیا ہے  
بعض اس کا سبب ضرور درجہ دل مکتب تاتے تھے۔ نا تجربہ کامی کے۔ سب سے ایسی ایسی  
باتوں پر ابو الفضل کو نہایت غصہ آتا تھا اور اپنے دل میں پیچیدہ کتاب کھا کر نہ ہوش ہوتا  
تھا۔ اور کبھی کبھی اور طالب علم سے بھرت کر کے ان کو عاجز کر دیتا تھا۔ اس کی تصانیف سے  
علوم ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں اس میں کسی قدر رشوت اور خدو بینی پیدا ہو گئی تھی اور وہ  
اور آدمیوں کے جاہل مطلق خیال کرنا تھا لیکن اس ضعف کا علاج بعد میں شیخ مبارک کر دیا +  
ملا سید لدین تفتاویٰ کی کتاب پر جس کو مجھتا کہتے ہیں مہربان شریف کا ایک حاشیہ  
ہے جس کو میر کہتے ہیں۔ ابو الفضل اس پر بہت اعتراض لیا کہ تصانیف انہی کے کہ اس سے  
ایک صورت نے ان اعتراضات کو قلمبند بھی کر لیا تھا۔ ایک ان اسی کتاب پر خواجہ  
ابو القاسم کا حاشیہ لگا۔ اس میں لکھا تو بہت سے وہی اعتراضات ہیں جو ابو الفضل  
کیا کرتا تھا۔ ایسی ایسی باتوں سے لوگوں کی رائے اس کی نہایت بدلنے لگی اور وہ لوگ  
اور قلمروں سے دیکھنے لگے اور ابو الفضل میں ایک بیوقوف اور جھنڈ و طالب علم کی  
جگہ ایک دہرے مستعد طالب علم ان کو نظر آنے لگا +

اس کے حافظہ کا حال یہ تھا کہ طالب علمی کے زمانہ میں جاہل صغیرانی کا حاشیہ  
دیکھتا تھا۔ ایک شخص کے پاس یہی حاشیہ صغیرانی موجود تھا۔ لیکن نصف کے لیا کہ  
سے کیا لیا تھا اور لوگ اس سے فائدہ اٹھانے سے محروم تھے ابو الفضل نے اس حاشیہ  
کو لیا اور سیدہ ورن کو الگ کر کے اس کی جگہ کر کے اس کی جگہ کر کے اس کی جگہ کر کے  
اس کی جگہ کر کے اس کی جگہ کر کے اس کی جگہ کر کے اس کی جگہ کر کے اس کی جگہ کر کے

کے بعد پہلے تہذیب و تمدن کی ترقی ہو گئی۔ جب لوگوں نے مقابلہ کیا تو عرفہ و دربار نقیون میں  
 فنی تھا۔ چار نظریات قریب لکھتے تھے اور باقی سب حرف بہ حرف صحیح تھا۔ اس شخص کو لوگوں کو بہت  
 ہی محبت ہو اور وہ قزاقان ابو الفضل کو عزت کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

## ابو الفضل کا دربار شاہی میں داخل ہو کر ترقی کرنا

جب ۱۰۹۱ھ میں شیخ مبارک اور اس کے خاندان کی بادشاہ سے واقفیت  
 ہو گئی تو ان دونوں بھائیوں نے لئے ترقی کرنے کے واسطے ایک وسیع میدان کھل  
 گیا۔ فیضی کو بادشاہ نے اپنے دربار کے شاعروں میں مقرر کیا اور اس نے وہاں شعر بچھ  
 اور شاعری میں جو جو کار نمایاں کئے ہیں وہ دنیا پر پوشیدہ نہیں۔ فیضی نے اکبر کے دربار  
 میں جہاں ایشیا کے تمام فارسی بولنے والے ملکوں کے بڑے بڑے شاعر موجود تھے۔  
 ملک الشعراء کا خطاب اور درجہ پایا۔ اور سنسکرت کے شاعر کا درجہ مسلمانوں پر  
 کھول دیا جس سے مسلمان بہت کم ستفید ہوئے تھے اور جو لوگ اس سے واقف تھے وہ  
 بھی کوئی بڑی تصنیف چھوڑ کر نکلتے تھے۔ سنسکرت کی بیشمار کتابوں کا ترجمہ فیضی نے  
 خود کیا یا ان کو صحیح کیا۔ بعض مصنفوں نے فیضی کی نسبت ایک عجیب حکایت لکھی ہے  
 جس کی حقیقت میں اکثر تردید ہوتا ہے۔ کہتے ہیں کہ بنارس میں ایک پتہ تھا۔ اس میں  
 ایک مشہور فاضل سے سنسکرت کی تحصیل کی کچھ عرصہ کے بعد یہ بات اُس پر  
 کھل گئی اور غم و غصہ سے اُس نے خود کشی کا ارادہ کیا۔ فیضی نے مشکل سے اپنے استاد  
 کو اس پر رحم سے باز رکھا مگر اس شرط پر ہندوؤں کے مقدس ویدوں کا ترجمہ لکھنی کرے۔  
 فیضی نے اس شرط کو دیا تدارکی سے پورا کیا۔

۱۰۹۱ھ میں اسی کی بادشاہ کے دربار میں بڑی شہرت تھی اور سنسکرت کی بڑی بڑی  
 کتابوں کا ترجمہ کرنا اُس کے سپرد تھا۔ ۱۰۹۱ھ میں اُس نے اپنے چھوٹے بھائی ابو الفضل  
 کو بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ اُس وقت ابو الفضل کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی اور  
 اُس کے پاس کچھ لکچرے تھے۔ ۱۰۹۱ھ میں اس کے دربار شاہی میں آنے کے متعلق یہ واقعہ

۱۰۹۱ھ میں اسی کی بادشاہ کے دربار میں بڑی شہرت تھی اور سنسکرت کی بڑی بڑی  
 کتابوں کا ترجمہ کرنا اُس کے سپرد تھا۔ ۱۰۹۱ھ میں اُس نے اپنے چھوٹے بھائی ابو الفضل  
 کو بادشاہ کے دربار میں پیش کیا۔ اُس وقت ابو الفضل کی عمر صرف ۲۴ سال کی تھی اور  
 اُس کے پاس کچھ لکچرے تھے۔ ۱۰۹۱ھ میں اس کے دربار شاہی میں آنے کے متعلق یہ واقعہ

ابو الفضل کے بیان میں لکھا ہے کہ اس نے سارا سال ابو الفضل جس کے علم و فضل کا  
 ساتھ درخشاں تھا دربار میں کیا اور بادشاہ کی اس پر بہت عنایت ہوئی ۴

معلوم ہوتا ہے کہ اس سال ابو الفضل کو کوئی خدمت سنبھالیں ہوئی تھی۔  
 وہ صرف اپنے بھائی فیضی کے یہاں آیا تھا اور اس نے دربار میں اس کی قدر کی  
 تھی۔ دوسرے سال ابو الفضل پھر اکبر کے دربار میں آیا۔ اس وقت اس کی سہرت  
 ہندوستان کے اطراف و اکناف میں پھیل گئی تھی۔ اس سال کے واقعات میں بالیونی  
 لکھتا ہے کہ ابو الفضل جس کو اب علامہ کہتے ہیں دوبارہ دربار میں آیا۔ اس نے تمام  
 جہان میں شہرت حاصل کی اور چراغِ دن کو جلایا گلاب کی بارہا ابو الفضل نے آیت الکرسی  
 کی تفسیر جو خود اس نے لکھی تھی پیش کی۔ اس کا بہت چرچا ہوا اور لوگ اس نوحوان  
 شخص کی یہ لیاقت اور شہرت دیکھ کر تعجب کرتے تھے۔ چنانچہ عبدالقادر بدایونی  
 لکھتا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ تفسیر اس کے باپ نے لکھی ہے ۵

دبار میں آئے ہی اس کی شہرت دفعتاً تمام ہندوستان میں پھیل گئی۔ تمام علماء  
 اور ائمہ اس سے حد کرنے لگے اور انہوں نے اس کی ہر تصنیف اور اشاکو مرقہ بتایا اور کہا  
 کہ یہ اس کے باپ مبارک کی تصنیف ہے۔ دربار کے فضلاء نے جیسے کئے اور اس کو بلا کر  
 بڑے بڑے۔ لیکن مباحثوں سے ان کو اور بھی نقصان پہنچا۔ سب کو معلوم  
 ہو گیا کہ دربار کے لائق آدمیوں میں ابو الفضل سب سے زیادہ لائق ہے ۶

ہر شخص کو جب وہ دنیا میں قدم رکھتا ہے اور اپنی زندگی کی رفتار شروع کرتا ہے  
 لوگوں کے دلوں پر اپنی دیانت اور لیاقت کا سنگ جمانے کے لئے ایک عرصہ درکار ہوتا ہے  
 وہ بہت آہستہ آہستہ چھوٹے چھوٹے عہدوں سے ترقی کر کے بڑے بڑے عہدوں پر  
 پہنچتا ہے۔ لیکن ابو الفضل کی برتری کا ثبوت بہت جلد ہو گیا۔ اس نے بہت جلد  
 عرصہ میں بادشاہ کے دربار میں بلکہ اس سے بھی زیادہ بادشاہ کے دل میں اپنی عظمت  
 و وقعت قائم کر دی۔ سب بڑی بات یہ ہے کہ ابو الفضل نے اس قدر شہادت اور عقلی  
 ہی کو تیار دینے کی لیاقت اور ہوشیاری سے حامل کی وہ ایک حکماء و علماء  
 کا شمار ہے کہ جسے کسی کی سفارش کے خود بادشاہ کی خدمت سے بلایا جاتا ہے۔  
 لیکن جس آدمی کو خود بادشاہ اور صرف علم و فضل اور عقلم کے لئے سزا دی گئی تھی





لیکن ابو الفضل کی تمام عمر گویا ایک کتب خانہ اور خانقاہ میں گزری تھی۔  
 اس کا دماغ کتابوں نے کھالیا تھا۔ وہ خود اپنی نسبت ایک جگہ لکھتا ہے کہ  
 وہ جو چہ خور وہ شب آورہ ام روز معذورم از نماز دماغ خور می +  
 جسے چوں کا دھول کھا کر مطالعہ کر کے مانت سے صبح کی ہے اگر کہ نہ دماغ میں  
 تلذذی اور طاعت نہ ہو تو میں معذور ہوں۔ مگر اس کا جسم قدرتا تھا اور وہ بہت وہ  
 جہاں اور باقی محنت کی برداشت کر سکتا ہے۔ اگر کافی محنت اور سختی گوارا کر سکتا تھا  
 میں جس میں انسان کا میاں بھولے وہ کامیاب ہو سکتا ہے۔ سپاہیوں کے بل بوتے ہی  
 وہ فنون جنگ سیکھنے شروع کئے جو اس زمانہ کے محافظانہ عمدہ سمجھے جاتے تھے۔ اور  
 ان کے حاصل کرنے میں اس نے کوئی محنت باقی نہ چھوڑی۔ تلوار، بندوق، تیراکی  
 ہتھیاروں کا استعمال کرنا، گھوڑے پر سوار ہونا اور بے بسے کوچ کرنے کا علمی ہونا۔  
 کھانے اور پینے کی تکلیف برداشت کرنا غرض تمام فن سپاہیوں کے لئے ضروری تھے  
 سکے۔ اب اس کی یہ خواہش تھی اگر مجھ کو کسے (۱) یا کوئی مکہ جنگوں میں بھیجا جائے  
 اور مال اسی سپہ سالاری اور لیاقت حربی دکھانے کا موقع ملے۔ اور اسی لئے وہ کئی  
 فتوحات کر سکے۔ اور کار نمایاں دکھانے کے ذریعہ اپنے عہدہ کا استحقاق حاصل کر لیا  
 اس کی یہ خواہش پوری ہوئی کہ کچھ عہدہ کے بظاہر کسی سپہ سالاری کے عہدہ کے مل گیا  
 جس طرح ہے ابو الفضل نے مختلف عہدوں پر ترقی پائی اس کا تعلق بالکل معلوم نہیں  
 غالباً مشرقی جہز میں بیٹھے دربار میں داخل ہوئے کے سال بعد جب اس کی عمر ۳۲  
 سال کی تھی وہ ہندوستان میں سب سے زیادہ سوزندہ پایا گیا تھا اور وزراء  
 اس کا درجہ عظیم سے بڑھاتے تھے۔

## ابو الفضل منشی اور مصنف

ابو الفضل منشی اور مصنف کے بارے میں کچھ معلومات ملتی ہیں۔  
 ان کے بارے میں کچھ معلومات ملتی ہیں۔

کے لئے اس قدر کوشش کی کہ اس کے قتل کی لیاقت کو ختم کر دیا۔  
 یہاں تک کہ اس نے کو ایک قومی ہنگامہ سمجھتے ہیں۔ اور ہندوستان کے اس کے لئے  
 کھڑا ہوتے ہیں۔ اور وہ فارسی زبان کا ایک مسلم غرضی بنا جاتا ہے۔ اس کے لئے  
 فارسی زبان ہندوستان میں موجود ہے۔ وہ ابو الفضل کا خلیفہ دیتے ہیں۔ اور اس کے  
 فارسی زبان پر سب کا زیادہ قادر ہوتے ہیں۔ اس کے لئے راجا اور غریبوں میں  
 بھلائی کے عہد اچھا ہے۔ افضل محمد نے ایک بڑی جلد میں جمع کئے ہیں۔ ان کے لئے  
 دفتر میں پر تقسیم کیا ہے۔ پہلے دفتر میں وہ نامے ہیں جو شہنشاہ ہندوستان کی  
 طرف سے آتے ہیں۔ تو ان یاد کن کے بادشاہوں اور شرفائے ملک کے نام لکھے گئے  
 ہیں۔ یا بادشاہی فرمان اور سرکار ہیں جو سلطنت کے تمام صوبہ داروں کے لئے  
 شہزادوں کے پاس روانہ کئے ہیں۔ دوسرے دفتر میں وہ غرضیں اور خط ہیں جو ابو الفضل  
 نے اگر بادشاہ زادوں اور اپنے دوستوں کے نام لکھے ہیں۔ اور اسی مجموعہ میں وہ خط ہیں جو  
 نہایت اقبالیہ کے نامہ میں۔ ان کے رنجت اور عزت کے ظاہر کرنے کے لئے  
 اس کے لئے اس کے لئے مبارک کو لکھے ہیں۔ تیسرے دفتر میں ابو الفضل کے خط ہیں۔  
 تصانیف کے قریب۔ کتابوں کے انتخاب ہیں۔ اس کے مضمون ہیں۔ ابو الفضل  
 کی رائے۔ اور اس کے مضامین (ایسے) ہیں جن میں لاٹھیاں کی طرح وہ کسی خلافی یا  
 مسلم پر اپنی رائے لکھتا ہے۔ اور لوگوں کو نصیحت کرتا ہے۔

فارسی زبان کو دشمنوں سے محفوظ کیا۔ دفتروں کی زبان اور افضل کی زبان بھی عربی  
 کتابیں لکھنا کی ابو الفضل کے طرز پر لکھی گئیں اور لوگوں نے بڑے بڑے آدمیوں  
 کے پراسٹیوٹ خطوط کو جمع کرنا شروع کیا تا ان کے طرز تحریر اور ان کے لکھنے  
 کے عادت خصلت اور خیالات کے طریقہ تک عوم کو لگا ہی ہو۔ جو شخص  
 اُس کے زمانہ کے طرز تمدن معاشرت۔ لطیف اور خیالات کی تاریخ لکھنی چاہے۔  
 اُس کو ابو الفضل کے دفتروں سے جیسی مدد مل سکتی ہے ۴

لیکن شاید ابو الفضل سے بھی زیادہ رعایت عالمگیری مقبول ہوئی ہے۔  
 جس میں اس پر دست اور عالی دماغ بادشاہ نے جس کو موتیوں نے اس قدر نام  
 کیا ہے اپنے خیالات نہایت آسان اور سادہ زبان میں بیان کئے ہیں۔ لیکن  
 فارسی بولنے والے اور فارسی لکھنے والے آدمیوں کے رد و اج عام نے رعایت عالمگیری  
 کو مستثنیٰ کے لئے ابو الفضل کو مستثنیٰ کے لئے مقرر کیا ہے۔ جس قدر اور رعایت  
 جمع کئے گئے اور لکھے گئے اگرچہ وہ ان دونوں مجموعوں کے بعد شائع ہونے لگروہ  
 اسطیت ان میں کہاں۔ عذر سے پہلے یہ بات نہایت عام تھی کہ میٹھا ہندو اور  
 مسلمان طالب علم کسی اچھے فارسی دان سے کوئی بیٹھے ہوئے ابو الفضل کا سبق  
 چڑھ رہے ہیں اور اُس کے مشکل اور دقیق لغتوں کے سمجھنے کے لئے بار بار حاشیہ  
 پر بالغت کی کتابوں میں نظر ڈالتے ہیں۔ اگرچہ فارسی زبان اور اس کا اثر ہندوستان  
 سے معدوم ہوتا جاتا ہے اور بہت کچھ معدوم ہو چکا ہے لیکن نابینا بھی بیکڑوں  
 اُمراء اور ہزاروں طلباء صنعت زیادت حاصل کرنے اور دل بہلانے کے لئے  
 ابو الفضل کے دفتر دیکھتے ہیں۔ اور اُس سے عبرت۔ نصیحت۔ اخلاق اور  
 دانائی کا سبق چڑھ سکتے ہیں ۵

## ابو الفضل کا طرز تحریر

ابو الفضل کا کلام بہت دقیق اور مشکل خیال کیدھا ہے اور اُس کے  
 ہر فقرے اور جملے میں استعارہ ہے پھرے ہوئے ہیں۔ تاہم اس کے الفاظ میں  
 ابو الفضل شاید کسی زیادہ عربی الفاظ استعمال کرتا ہے۔ لیکن اس کے الفاظ فارسی





## ابوالفضل کی عظمت

ایشیا میں بہت کم آدمی ایسے ہوئے ہیں جس کو وجودہ اور ہیکچہ منسوب  
 ان کی ہمت اور تجربہ ظاہر کرنے کے لئے کوئی لقب دیا ہے۔ یہ لقب نہایت مختلف  
 ہوئے تھے اور تقریباً ہر شخص کو اس کے حقد اور حوالی ایک لقب دیتے تھے۔  
 بات عام علماء اور آئندہ نسلوں کے قدر اور انداز پر چھوڑ دیجائی تھی۔ کہ یا وہ اس  
 لقب کو تسلیم کرتے ہیں یا نہیں۔ خواجہ نصیر الدین سی کو متحقق ہو سکی۔ مگر ان کے  
 اور بہادرانہ من مانی کو علامہ علی اور علامہ بھائی۔ فنونری اور غزالی کے بعد رازی  
 امام غزالی مولوی جلال الدین کہ بحر العلوم۔ قاضی نادر۔ الشافعیہ لقب ہیں  
 جن کو سب نسلوں نے ہر زمانہ میں تسلیم کیا ہے۔ لیکن یہ لقب نہ دیا۔ شاہ یوگو۔ نہ  
 نے عطانیہ کہنے بلکہ خود قوم نے اور قوم کے پناہوں سے بدل دیے۔ ان  
 نذر کر رہے ہیں۔ دران کی عزت اور ہر حصہ ان سے زیادہ ہے۔ جو کوئی اس  
 اسی شخص کو دیتی۔ ابوالفضل کو یہی نام سے مدد کا ساتھ دیتے کہ یہ اس  
 بادشاہ نے نہیں دیا۔ یہاں عزت عجیب۔ کہ اس کا لقب ہے۔ میں اس کا  
 صرف ۲۵ سال کی ہی اس کو سب نالیٹاں خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ ابوالفضل  
 سے چار سو سال پہلے سے مسلمان ہندوستان میں تغل علی سے آباد تھے۔ میں  
 ابوالفضل کی عزت اور وقار کے لئے یہ بات بیان کی جاتی ہے کہ وہ پہلے  
 ہے جس نے ہندوستان میں علامتی کا خطاب پایا۔ اور اس سے بعد صرف ان سے  
 منحصر اور چھوٹے ہیں جو اس لقب کے لکھارے جاتے ہیں۔ ان سے شاہ  
 جمال کا البق اور منتظم وزیر سعادت خاں ہے جس کو علامتی سند ب خاں کہتے ہیں۔  
 صرف بزرگ اور سب سے زیادہ معزز رہا یا۔ ورنہ وہ سے ہمیں بلکہ خود ان کی  
 ذات لیاقت اور اصلی قابلیت کی وجہ سے اس سے آدمی کو علامتی یا گیا ہے۔ یہ  
 بہت ہوئے ہیں۔ ابوالفضل سے زیادہ طاقتور اور اعلیٰ تھے لیکن ان میں کوئی  
 علامتی نہیں ہے۔ اس زمانہ میں جس قدر مشہور اور پڑھنے کے لائق کتابیں اس کو  
 دستیاب ہو سکتی تھیں کوئی ایسی نہ تھی جو ابوالفضل کی نظر سے نہ گذری ہو۔

ہر شخص کے کمال میں ہو یا میدان میں یا شاہی کے دربار میں یا بادشاہ کی عداوت  
 میں کوئی دن چھوڑنا تھا کہ ابوالفضل اپنے مطالعہ کے وقت میں سے جی کر کے  
 نیکو اور نیکو سے طالب علم اور یہی بات اس کی اس قدر علمیت کا باعث  
 تھی کہ اس سے حسد کرتے تھے۔ اور بڑے بڑے جرنیل اور امیر و سب تاسف  
 کرتے تھے کہ اس طالب علم بادشاہ کی اس قدر مہربانی کیوں ہے؟ ہر شخص کو جو  
 عالم ہونا چاہتا ہے اور علم و فضل کے وسیلے سے نام پیدا کرنا چاہتا ہے یہ بات یاد  
 رکھنا چاہئے اور اس پر عمل کرنا چاہئے کہ کوئی شخص پورا عالم نہیں ہو سکتا جب  
 تک کہ بستر مرگ پر بھی وہ طالب علم نہ ہو۔ یہی تمام کامیابی کی جڑ ہے اور یہی کامیابی  
 غیر محدود و آفتاب اور علم کا سبب تھا۔ فیضی کا تمام کتب خانہ ابوالفضل کے لئے  
 کھلا ہوا تھا جس میں ہے اس زبردست شاعر کی وفات پر ۱۰۰۰ جلدیں نکلی  
 تھیں۔ اس زمانہ میں جبکہ چھاپہ خانہ کا ہندوستان میں نام بھی نہ تھا۔ یہ کتابیں  
 چارٹم کی کتب خانوں میں تھیں :-

(۱) - تاریخ عالم اللسان۔ طب۔ انشا۔ اور علم ادب کی الماری +

(۲) - نظم و نثر۔ علم موسیقی +

(۳) - فلسفہ۔ تصوف۔ ریاضی۔ اور نجوم +

(۴) - تفسیر۔ فقہ۔ حدیث۔ اصول +

اس کی بیعت ایشیائی کے مصنفین نے نہیں بلکہ یورپ کے مصنفین نے  
 نہایت تعریف لکھی ہے۔ سر وکیم جو ترجمانوں نے اپنی ساری عمر عربی اور سنسکرت  
 کی تحصیل میں صرف کر لکھتے ہیں کہ ابوالفضل ایک عالم اور عمدہ مصنف تھا۔  
 اور یورپ کے ادواروں نے کسی قدر مبالغہ سے لکھا ہے کہ ایشیا میں جتنے  
 مصنف ہوئے ہیں ابوالفضل سب سے عمدہ تھا۔

اس کا قلم بھی بہت خوبصورت تھا۔ جب کسی کتاب کو اول سے آخر تک لکھتا تھا تو اس کے  
 آخر میں یہ لکھ دیتا کہ اس وقت اس کی طبیعت کی حالت یہ تھی کہ وہ  
 اس کتاب کو لکھ کر اس کے خاتمے کے لئے بہت خوش و خرم تھا۔









پہلی دفعہ صرف واقعات کا خیال کیا گیا تھا۔ اب اس کو ہر واقعہ کو سند و  
 سند سے لکھنا پڑا تھا۔ اس میں بہت محنت کے بعد وہ کامیاب ہوا۔ اور اس کا  
 نسخہ آکر تاسک و دارہ تہ تیغ دیا اس ترتیب سے بھی ابو الفضل کا اطمینان نہ ہو سکا۔  
 بعد ایک اور طریقہ اس کے خیال میں آیا کہ جس عیسوی دفعہ اس نے پھر لکھا۔ کو  
 درج کیا۔ لیکن اس زمانہ تک اس وقت کے بڑے بڑے واقعات اور بڑے بڑے  
 ملے اس میں ایک اور اصلاح کی اور پانچویں دفعہ مرتب کیا یہ پانچواں انویسٹیشن  
 ہے۔ جو آج کل ہمارے پاس موجود ہے اور ملک میں شائع ہے۔  
 ایسے مستند دست کم ہوا ہے۔ جنہوں نے اپنی کسی تصنیف کو اس قدر  
 محنت اور جانفشانی سے لکھا ہے اور اس کو بار بار دیکھتے اور درست کرتے اور  
 اصلاح دیتے سے اس کی جگہ لیکن جس قدر کہتے ہیں وہاں سے یہ نسخہ  
 باقی اس زمانہ کو کہ اس کی کاپی کا ہر کار اور ہر شخص کو ملے  
 کہ جس وقت کے کام میں اس کی کاپی کی جائے۔

کہ میں تمہیں خیال کی باتیں لکھتا ہوں اس طرح ہی طرح لکھی گئی ہیں۔ مگر نا حالی نے ثابت کیا ہے کہ کلاستان ایک حصہ دراز میں نہایت غور و فکر سے لکھی گئی ہے۔ مگر لکھے گئے اپنی تاریخ انگلستان ایک حصہ دراز میں لکھی ہے۔ اور ایسا ہی کارائن نے فریڈرک اعظم بلو شاہ جرمنی کی لائف لکھنے میں اپنی عمر اور طاقت کا بہت سا حصہ صرف کیا ہے۔ ایسا ہی ہوا بفضل نے نہ صرف تاریخ بخاری سے بلکہ زبان پر ظلم اور کبے کو کا ہے اس کتاب میں اپنی پوری تفسیر لیاقت کام میں لایا ہے اور اسی لئے وہ کہتا ہے کہ

”د قلم بر بخون دل آغشته ام کر تشے کم از نظم و نثر آغشته ام“

ای الکر نامہ کے متعلق ضرورتاً طور پر پائے تے ایک اور کتاب لکھی ہے جس نے الکر نامہ سے زیادہ شہرت پائی اور جس میں اس کو غالباً الکر نامہ سے زیادہ وقت میں لکھی اس کتاب یا تہذیب کا نام آئیں الکر ہی ہے۔ اس میں اس نے تمام ہندوستان کا جغرافیہ دیا ہے جو اس سے پہلے کبھی نہیں لکھا گیا ہے اور عجیب بات ہے کہ امریکہ کے دریافت ہونے کا حال بھی لکھا ہے اور کہتا ہے فرنگی جنہوں نے اس پر قبضہ کیا ہے اس کو (عام ذاکتے ہیں) +

یہ زمانہ کے زمانہ کے جغرافیہ نہایت اعلیٰ درجہ کا ہے اس میں تمام ممالک متحد کی صورت میں غارت شکاری۔ محاصل زمین۔ صورتوں کے غرض اور زمین کی پیمائش۔ لگان۔ پیمائش۔ اور بادشاہ کے اخراجات اور سلطنت کے مختلف سیو خوں کا بیان ہی نہیں بلکہ ہندوستان کے مختلف شہروں کی صنعت و حرفت و دستکاری۔ سندوں کے مذہب۔ ان کے خیالات۔ ان کی مقدس کتابوں و فلسفہ کے متفرق فرقوں کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے ہندوستان کے کسی مسلمان بادشاہ کے عہد کا نظام سلطنت و حکومت کا مشرقی حال معلوم نہیں ہے۔ آج کل کے زمانہ کی رائے کے مطابق اصلی تاریخ یہی ہے۔ کیونکہ اس میں متحدہ فرد و واحد فیض بادشاہ کے حالات رعایا کے حالات اور طرز معاشرت پڑا رہا ہے۔ اور ہزاروں برس کے اس غلط خیال کو تک ایک ہی شخص (سلطان) سب کچھ ہے اور ایک کے علاوہ اور سب اس کا حل نہیں کہ متوجہ ان کا ذکر کر سنا باطل کیا ہے +

مگر بڑی گورنمنٹ کے عہد میں اس کتاب کی بہت قدر ہوئی۔ اور ۱۸۳۳ء میں سر فرانسس ٹیڈن نے وارڈن اسٹیکلر کو راجہ کے حکم سے ترجمہ کرنے میں مدد دی۔

میں شائع کیا۔ اس کے بعد بہت سے لوگ اس کی تعریف کی۔ لیکن اس کی تائید کا کوئی شخص نہیں آیا۔  
 اس کی تعریف میں بہت سے لوگ اس کی تعریف کی۔ لیکن اس کی تائید کا کوئی شخص نہیں آیا۔  
 میں لکھتا ہوں کہ یہ تعریف خاص طور پر منید ثابت ہوگی کیونکہ اس میں سلطنت مغل کے  
 اصل و سلطنت کا بیان ہے جو اس کے بانی کی ماتحت تھا۔

## ابو الفضل وزیر اور مہر سلطنت

یہ بات انگریزی مؤرخوں میں مشہور ہے کہ ایشیا کے بلو شاہ ابر کی تلواری کی نسبت  
 ابو الفضل کے قلم سے زیادہ ڈرتے تھے۔ اس معجزہ کی اصل یہ ہے کہ جب عبداللہ شاہ اوزبک  
 والی حکمان کے پاس ابر کے فرمان جو ابو الفضل نے لکھے تھے پہنچے اور ابر کی پاس کے خلاف  
 انہوں نے جو جوہر رکھے تھے ابو الفضل کے بر دست منطق کے سامنے پھل سکے۔ کیونکہ وہ ہر  
 کے تباہ میں سیکڑوں میلیں مثالیں اور عجیب لکھتا تھا۔ اور شاہی فرمانیں اور نامے لکھنے  
 میں اس کا ایک ایسا عالی اور اثر ڈالنے والا تھا کہ خود اس کے پڑھنے سے سلطنت ہند کی شوکت  
 سطوت اور طاقت کا رعب اٹھنے والا تھا۔ اور شاہوں پر پڑتا تھا۔ توران کی بار شاہ نے جو تھے  
 اور وہاں کے مہر۔ اور لکھا۔ ابو الفضل کے قلم نے اس کے دل میں جو کچھ لکھا  
 تھا لکھا کہ مجھ کو ابر کی تلواری سے ایسا خوف نہیں ہے جیسا کہ ابو الفضل کے قلم سے ہے۔

ہر کم وزیر ایسے ہوتے ہیں جن کی تعریف غیر ممالک کے بلو شاہوں سے اس کی تعریف  
 ابو الفضل کا ہمعصر فرانس۔ وزیر۔ جو بھی کچھ کم قدر چالاک اور ہوشیار تھا اس کی نسبت  
 یہی ایک سیاسی و افغان بیان کیا جاتا ہے۔ جب اس کا پیرا نظم سیاحت کر رہا ہو اور اس میں  
 وہ لکھتا ہے کہ میں نے اپنے آپ کو لکھا کہ اسے فانا شلیہا کر دہندہ ہوتا تو میں اپنی نصف سلطنت  
 پر ہی منکر ہوتا۔ کچھ سے لکھوں کہ دوسری نصف پر اس طرح حکومت کرتے ہیں لیکن  
 فرق ان دونوں کی ہوشیاری اور لیاقت میں نہیں بلکہ ان کی خصلت اور پیرا نظم  
 میں ہے۔ اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی تھی کہ اسے کوشش کرتے تھے۔ وہ تو ایک اور ہوشیار  
 تھا۔ لیکن اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی تھی کہ اسے کوشش کرتے تھے۔ وہ تو ایک اور ہوشیار  
 تھا۔ لیکن اس کی تعریف میں اس کی تعریف کی تھی کہ اسے کوشش کرتے تھے۔ وہ تو ایک اور ہوشیار

یکساں برتاؤ کرتا تھا۔ اور رحم دلی۔ اور بے تعصبی میں بے نظیر تھا۔  
مسلمانوں میں ابوالفضل سے پہلے ایک ہندو درہم رکھ کوئی ایسا وزیر نہ ملتا تھا۔  
جس سے اپنے قلم کے روز سے وزارت کے درجہ اعلیٰ تک ترقی کی ہو۔ آں بویہ میں شہور  
و معروف حکمران علی بن ابی طالب کے وزارت کے پایہ کو اس کے علم و حسن تدبیر سے ملتا بھی بیان  
نہیں کرتے۔ ایسا ہی ہندوستان میں ابوالفضل سے انشا اور شہر کا ذکر ہمیشہ ہوتا ہے۔  
اور وزارت میں جو کچھ اس کو کامیابی ہوئی اس کو مدت کم آدمی جانتے ہیں۔ ابو الفضل  
کی تالیف کا ذکر ہوتا ہے اور اس کی بادشاہت کا بیان کوئی نہیں جانتا۔

### سلطنت تغلیہ پر ابوالفضل کی پالیسی کا اثر

اگرچہ ابوالفضل ابھی دربار میں رہا تھا کہ اگرچہ ہندوستان کے دورہ تھا۔ لیکن  
یہ بات ابوالفضل کے وقت پر ہوئی کہ سلطنت کی ترقی اور عروج سے اس کا ایک یکساں  
ہے۔ پانچ سو کو برابر عہدہ نہ گئے۔ ہندو مندوں کی فست میں تمام سلاطین تغلیہ  
کے زمانہ میں شاہزادوں کے بعد کثرت۔ نام کے نام۔ و عداوتی اور کدلی  
میں ہندو امرا اور بادشاہوں کے روبرو مسلمان سلطنت قائم رکھنے سے بعض ہماؤں سے  
بھی ایک قدم آگے رہتے تھے۔ اس طرح پر سلطنت کی عمارت کی بنیاد ایک حکم چنانچہ قائم  
کی گئی۔ اور ایسا نظم سلطنت اختیار کیا گیا کہ سب عیال شاہ ہندوستان خوش رہیں۔  
یہ ابوالفضل ہی کی پالیسی کا نتیجہ تھا اور اسی کی کوشش کا ثمرہ تھا کہ ہندو ہندو  
کے وقت جھوکے کے نیچے کھڑے رہتے اور جب تک بادشاہ کے دشمن زیارت نہ کر لینے  
تھے کھانے پینے کو اپنے اوپر نہ رام سمجھتے تھے۔ جب اس خشک مزاج۔ متشدد۔ باغیہ۔ انگریز  
غریب لیاقت کے مجھ سے لینے اور گئے۔ بے جھوکہ میں بیٹھا۔ دشمن یا موقوف کیا تو کئی  
دن تک درہنوں نے غل مچایا اور کھانا نہ کھایا۔

غرض جو پالیسی ابوالفضل نے قائم کی اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ابوالفضل کا قاتل جہانگیر  
اور شاہ جہاں ایک عہد مبارک میں اقبال اور شان شوکت سے سلطنت کرتے رہے۔ اور اگر  
وہی پالیسی نہ کی جاتی تو اورنگ زیب ایک مخالف پالیسی اختیار کرتا تو عجب عین کے ہندوستان  
کے کسی گورنر۔ جہانگیر نامی شاہ جہاں ثالث یا عالمگیر خامس کے قبضہ میں ہوتا۔

ابو الفضل کے خیالات اور ان کے پمید اہونے کا سبب  
 اس کے خیالات کے پمید اہونے کا سبب یہ ہے کہ ابو الفضل کی پالیسی  
 کے تحت حکومت کا خاتمہ ہر ہفت روزی، جنگ فساد اور ایسی کچھ تھا۔  
 اگر کوئی وجہ نہیں تو صرف اس لئے سب مسلمان احمد ہندو اور عیسائیوں کو اس طرح  
 آدمی کا شمار نہ کرنا چاہئے کہ اس نے دیکھ لیا جبکہ کسی نے دیکھا تھا کہ ہندوستان کی کچھ  
 عمومی پالیسی طرح ہو سکتی ہے اور جس کی پالیسی ہے ہم کو ایسے ایسے بادشاہ دے جن کی  
 پالیسی یکساں ہو دیکھ گئی قنفط کے دل میں نہیں ہو سکتی۔

## ابو الفضل کے خیالات اور ان کے پمید اہونے کا سبب

ابو الفضل کے وہی خیالات تھے جو مبارک کے تھے۔ غار کے متعلق اس کی لڑی رائے  
 شیخ جو مبارک کے اس کہ تعلیم ہی تھی اور جو رائے ابو الفضل نے اکبر کے دل میں بٹھا دی اس کا فلسفہ  
 نہ جہاں کے زمانہ کے بڑے فلاسفہ کا لائیل سے بہت تشابہ تھا۔ کارلائل کا قول ہے کہ ہر  
 میں کچھ ہے نہ تو آدمی اس کو قبول کرتے ہیں ابو الفضل کے خیالات اور اس کے سبب اکبر کے  
 خیالات میں قریب قریب ایسے ہی تھے۔ وہ کہ ہر مذہب میں نیک با خدا اور پرہیزگار آدمی ہے  
 جس نے ہر مذہب کے احوال کو خود کی نگاہ سے دیکھنا چاہئے۔ اسی خیال کو اس نے اپنے ایک شعر  
 میں بیان کیا ہے اور کہتا ہے کہ فضل آدمیوں پر پوشیدہ ہے کہ اعلیٰ مقصد اور اعلیٰ  
 مطلب خدا تعالیٰ کی ذات اور صفات کی دریافت کرنا ہے۔ اس خیال کوئی کے تصور نہ ملے  
 وہ ایک وہ لوگ جو اپنی باطنی روشنی اور قلب کی صفائی سے اس مقصد کے حاصل کرنے کی  
 کوشش کرتے ہیں۔ دوسرے وہ جو ولہامِ محبت کے جذبہ و پیلے سے اس بارگہ مقصد کے لئے  
 کمر بستہ کر دہائی تک پہنچتے ہیں۔ پہلا گروہ اگر ہی کے وجود کا قابل ہے۔ دوسرا گروہ  
 حاکم اور سرکش کے آدمی اگر ہی کے لئے کہ تسلیم کر لیں تو عقلمند و  
 عاقل اور ان کے لئے ہیں۔

ابو الفضل کے خیالات اور ان کے پمید اہونے کا سبب  
 اس کے خیالات کے پمید اہونے کا سبب یہ ہے کہ ابو الفضل کی پالیسی  
 کے تحت حکومت کا خاتمہ ہر ہفت روزی، جنگ فساد اور ایسی کچھ تھا۔  
 اگر کوئی وجہ نہیں تو صرف اس لئے سب مسلمان احمد ہندو اور عیسائیوں کو اس طرح  
 آدمی کا شمار نہ کرنا چاہئے کہ اس نے دیکھ لیا جبکہ کسی نے دیکھا تھا کہ ہندوستان کی کچھ  
 عمومی پالیسی طرح ہو سکتی ہے اور جس کی پالیسی ہے ہم کو ایسے ایسے بادشاہ دے جن کی  
 پالیسی یکساں ہو دیکھ گئی قنفط کے دل میں نہیں ہو سکتی۔

نہی سبب سے کہ بعضی کے پاسی اور پرانے مکان کے یادری سے لیکر ہندوں کے  
 جوگیوں اور مختلف فرقوں سے اتحاد رکھتا تھا۔ ہر مذہب بہ فرقہ و رس کے خیالات آدمی  
 اُس کے سامنے اکبر کے دربار میں وجود دیتے تھے۔ ایسے آدمی جس کا تعلق ہندوستان  
 میں چھوٹی نہیں ہوا وہاں ابوالفتح بلانی۔ وزیرِ مہم بھیجے۔ عکبہ۔ مہی۔ یونانی شرب  
 اور کول کے لکھنؤ لانا احمد جیسے شیعہ و بدلتا اور بالون جیسے سنی۔ تیرہن جیسے سحرے اور  
 اور حق و نور کو ڈرل جیسے مشنم اور لایق ہب موجود تھے۔ اس لئے ضرور تھا۔ کہ  
 ابوالفضل ان پر اثر ڈالے اور ان پر پذیر ہو۔

لیکن اپنے طریق کے علاوہ یہ شائستگی لعنت کرتے تھے۔ وروہ کبھی ان کی مخالفت  
 میں کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑتا تھا۔ اس سبب سے اس کا یہ تھا کہ اس کے باپ نوادر شاہ کو  
 ابتدا میں ان کے ہاتھ سے نہایت سخت پانچھ فی ٹی تھی۔ اور جن لوگوں نے اپنے اقتدار  
 کے ناز میں اس کے باپ قتل کا قتلے لاء دیا تھا اور اس کے گھر اور محلہ کو سلا کر کے اس  
 جنگل جنگل چھایا تھا۔ لوگوں نے اس میں سزیم کی آزادی اور بات سے خلاف کیڑھا  
 رہتا تھا جس وقت اس ادا تھا کہ کون ان کو سے اور بادشاہ سے مزاج ان کی طرف سے  
 کہوں نہ بہم کر دے۔ لیکن چھوٹی ہوئی۔ نسل جیسے شخص کو جو اپنی تصانیف۔ حق و دن  
 صلح کل رضا اور تسلیم کے نہیں کر اور ربار و کشت سے استعمال کرتا ہے جیسا کہ  
 آج کل کے مصنف ہلام۔ قوم ورتی کے لفظوں سے اپنے مضامین میں آتے ہیں یہ بات نیا  
 نہیں ہے کہ ابانک خاص کردہ کے ساتھ بوجہ وجود اپنے عیب اور نقص کے اسلام کے انہو ایس  
 اور جو کچھ کرتے ہیں اپنے نزدیک اسلام کے لئے کرتے ہیں۔ عداوت سے برتاؤ کرے۔ یہ بات  
 ان کی تدبیر پر بہت برا رہتا ہے۔ انسان کی۔ ہی پاک یوں ہو جائے پھر بھی عیبوں سے  
 اور کمزوریوں سے نہیں نکل سکتا۔

تاہم ابوالفضل جیسے مانوں کے ساتھ دشمنی نہ کرنا سنا خوب التوحی کا محقق  
 عبد القادر بلانی جو اس کی بڑا دشمن ہے اور جس نے اس کی اور اُس کے بے بھائی فیض کی جو  
 میں اور ان کے بیانی ثابت کرنے میں کوئی حقیقت نہ گناشت نہیں کیا۔ ایک ذہنی نقل کرتا ہے  
 جس میں ابوالفضل نے اپنے دشمن کی تعریف نہایت عرو و شوری کی ہے اور بادشاہ سے اس کی  
 ہے کہ اس کی تعریف نہیں کو کوئی عہدہ اور عہدہ منور جیسا کہ اس کی تعریف ہے۔

ابوالفضل کی سوانح عمری کے مصنف کی تعریف ہے۔



مکرمہ ہر اس شخص کی خدمت میں کی جاتی ہے جس کی نظر میں مجھ کو سعادت رکھیں۔

## ابو الفضل کا مذہب اور دین الہی

اگرچہ علماء کے تعصب تندگی اور جس کے سبب ابو الفضل کو مولویوں سے بدعنوانی پیدا ہو گئی تھی کیونکہ وہ دیکھتا تھا کہ وہی شیخ فقہ الدینی مخدوم الملک جو علماء کا سرغنہ تھا اور دنیا میں سب سے اہم مقام پر تھی اس کے افلاس و تنگی سے زندگی بسر کرتا تھا اور جس سے خدا کی راہ میں مبارک کو اہل قدر تکلیف دہ تھی جب ملاقات میں کچھ میں سے کوئی صندوق سونے چاندی کے اشیاء سے بھرے ہوئے لائے تھے لیکن اس بات کے باعث کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسلام کی عظمت اور بانی اسلام (صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت اس نے دل سے نکل گئی تھی بلکہ اس کے عقائد بہت سی شہادتیں پیش کر سکتی ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ مرتعہ و مہج اسلام کے اصول پر گزرا یا ہرگز نہیں ہوا تھا۔ اس کے دشمنوں اس کے احوال دیکھنے ذات باری کے وجود کے انکار کا الزام لگا رہا ہے لیکن وہ بالکل غلط ہے اس کے زیادہ کوئی مصنف خدا تعالیٰ کا نام اور ذکر اپنے کلام میں نہیں لایا۔ اور یہ محاورے کے طور پر نہیں بلکہ التجارہ عامہ اور گزراٹے کے موقع پر لکروہ محمدیہ یا دین یا اسلام سے لے کر ہوتا تو اس کی حالت اور عادت ایسی دھڑکی کہ ایک لمحہ بھی وہ اپنے خیالات ظاہر کرنے سے حوف کرتا۔ جب تک ایک شخص اپنی زبان سے اسلام کے حق پرچہ کا اقرار کرتا ہے یا اسلام کی صداقت کے خلاف اظہار نہیں کرتا تو کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ اس کو دایرہ اسلام سے خارج کر دیا اور اسلام کی تعداد میں ایک عدد کم کر دیا۔

سورہ آناختنا کی تفسیر میں میں اس نے بادشاہ کی فتح کا بیان کیا ہے لکھتا ہے۔

(۱) یا فارغ ابواب علوم و حکم      یا رافع اعلام ایاد و نعم

(۲) یقوتنا من فضلك المافرت      ملتنا من ملکک مالا تعلم

اے علم حکمت کے دروازوں کے کھولنے والے۔ اے نعمتوں اور عطیہ دہ کے جھنڈوں کے بند کرنے والے۔

(۳) جہاں ہم نہیں جانتے ہم کو کسے علم سے اس سے آگاہ کر جس بات سے ہم

بے خبر ہیں بے خبری سے اس کو آگاہ کر۔

خداوند تعالیٰ کے فضل سے اس کا بیان ہے۔





میانِ دینی اعتبار نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ در بدر یوں کی خوشامد کی نسبت باہو یوں کی تاج سے بکڑی عظمت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ لیکن پارہم خود جو افضل پر نہیں بلکہ اصل کے نام پر فارسی زبان پر طریقہ سلطنت پر اور مسلمانوں کی سبھی عادت پر لگا چکا ہے۔ یہاں خوشامد اور جمہوری تہذیب اسلام کی شان کے بالکل برخلاف ہے۔ اس مرض کے روکنے کے لئے ہمارے نبیؐ نے فرمایا ہے کہ اذرا تم المومنین فاحولفے وجوہم القراب جب تم کسی خوشامدی کو دیکھو تو اس کے منہ پر خاک سے مار دو۔ لیکن یہ خوشامدی سنہ ہستہ غلط اور فارسی زبان کا ایک جڑو نہ تجربتی قرار پا گئی۔ ابتدا میں عرب اپنے ممدوحوں کی تعریف میں نہایت سید سے اشعار کہتے تھے۔ چنانچہ ایک بدوی کہتا ہے کہ

لایزم بلدا انت قادۃ ولای شکى زبل انت فیه

لیکن بعد میں دولت کی زیادتی سے شعرا میں خوشامد کرنے اور شعرا میں غفلت کرنے کی عادت پیدا ہو گئی۔ یہ مدح اور تعریف صرف مدحیہ کے لابی سے ہوتی تھی چنانچہ عرب کا ایک شاعر صاف صاف کہتا ہے کہ

اذا ما المدح صاوبنا فال من المدح کان ہوا الجاؤ

جب مدح کرتے پر مدح سے انعام نہ ملے تو وہ مدح بھروسہ ہے \*

لیکن باو افضل کی مدح اور جگہ جگہ بادشاہ نام نہایت طوالت اور نہادوں القاب کے بظاہر اس کی دانشمندی کے مبالغہ کے ساتھ تعریف کرنا لالچ کی وجہ سے نہ تھا شخص کی خلعت کا آوازہ اس کے فائدہ سے ادما کی چیزوں سے کرنا چاہئے۔ جن سے وہ چاندوں طرف سے گلوں ہلے۔ ایک اس نے آدمی کو بھی جب فارسی میں مخاطب کیا جاتا ہے تو اس نے کہا کہ بادشاہ کے ساتھ خطاب کرتے ہیں گو یا وہ نہیں وہ سب بڑا آدمی ہے۔ کہنے والا کہنے والا وہاں خوب جانتے ہیں کہ ان عقول کے غلطی ہوتے ہیں کہ وہ نہیں جانتے ہیں کہ بادشاہ کا نام نہایت تعظیم و احترام سے لیا جائے تو غلط کہنا غلطی ہے۔ لیکن باو افضل کی زبان پر عقول کی تشریف آوری کی تھی۔ اس کی مدح کے طور پر اس کی شہادت دینی اور محبت تھی جس سے خود کو زیادہ سے زیادہ اس کی مدح میں کی گئی تھی۔ لیکن اس کی مدح میں اس کی تعریف کی گئی تھی۔

[illegible]

چالیس تین سو روپے کوئی سہ ماہی کو رواد ہوا ستہ چنانچہ لے اور اس کے روزانے ترکہ جہانگیر کی  
ایڈیٹر میرزا دینی اقبال کے چھپانے کی کوشش کی ہے اس وقت شاہزادہ دینی اقبال  
کی بادشاہی افضل اکبر کو بہکائے ایک بیباک ذوق راجہ نرسنگھ پورہ افضل کے قتل کا وہ  
سیا اور دہانے ہمیشہ قزاقوں کے ساتھ ایک ساتھ ایک نظم میں افضل پر پڑا۔ راجہ اس وقت  
تک بیچنے کے لئے یہ موقع موجود تھا اور اس کے برادر کے لئے جاننے کے لئے اس نے بھی ملایا  
یہ کہ نقابا تو گناہ تھا۔ یہ شہنشاہ سے مستان کا نرسنگھ پورہ ایک نئے قریب کے مقدمہ  
یہ حال سکنا اور اس طرح اس نے اقبال کو جاننے کے لئے باطل کر دیا کہ عالم آدمی چلے  
عملی کمالات۔ میں کر سکتے ہوں۔ اس کے ساتھ اور ہمدان سے ملے ہوئے ہے۔ آخر  
افضل نے خود بخوبی غمی ہو کر قتل سے تیار ہوا۔ اس وقت تک شہنشاہ نے اپنے کراہے  
سے اس کا رخایا اور اس وقت اس کے عاجزی کے ساتھ یہ افضل کے دینی اقبال کے  
شہنشاہ کے حکم کی تعمیل کی ہے میرا کچھ تصور نہیں رہو گے۔ بد اس کے اور لائق  
شخص نے اپنے ہاتھ میں ۵۶ برس کی عمر میں اس جان سے کوچ کیا۔ پھر اس شخص کا نام کے  
لکھنے سے شرم اور غصہ نہ کا پتا۔ نہ اس کا رکنا کر چھائیے نہ اس سے بھید نہ لیا۔

## ابو الفضل کی خصات

ابو الفضل کی خاصیت اس ہے۔ ابو الفضل کی خاصیت یہ ہے کہ اس نے تمام کمال حاصل نہیں  
اس کی ترقی کی ہے اس کی دینی کوشش تھی اور یا تو وہ دینا ہے۔ عزالت دینی اور بیت  
کی داشت کرنے کے بعد وہ دینا ہے کہ پوچھا اس کو اپنے اس کی تعلیم و تربیت دینا ہے  
موسسہ شاہ اقبال کی تھی۔ طبیعت وہ بنید۔ بدق رسی راہ اس ہی تھا۔ نہ اسے نہ لے لے  
اس میں نمانت اور تلہ درج پر پینے کی ایسی قابلیت پیدا کی تھی کہ وہ دسویں صدی  
اور سولہویں صدی عیسوی کی حلقہ نہ معلوم ہوتا تھا بلکہ قدیم زمانہ کا یونانی حکیم تھا۔  
اور اسی لئے اس نے ہر عصر اس کو یونانی مشرب کہتے تھے۔ جو لوگ اس کے گرد تھے ان  
میں سے کسی کے منہ نہ تھا۔ بلکہ اس کی عادتیں اس کے لائق اور عالم بھائی فیضی سے بھی  
نہ ملتی تھیں۔ اگر سے اس کو ادب کو اس سے ایک شخص قسم کا اتحاد اور اس شخص میں  
آقا کو دیکھ کر کچھ نہ کہیں۔ یہ ملہ سادہ اس کے آدمیوں کی تعلیم کرتے تھے۔

کے غضب آدمی اس سے نفرت کرتے تھے۔

ایک نندہ اور قائم رشتہ دینیم اضا کا جو ہمیشہ لوگوں کے کاموں کو سنوارتا رہتا ہے۔  
 اس کو ہمیشہ خیال تھا اور ساری وجہ سے وہ اپنے فرائض منصبی کو نہایت زیادتی سے انجام  
 دیتا تھا۔ قتل کے سال جب اس کو دکن کے پولیٹیکل معاملات کے تصفیہ کے لئے بھیجا گیا  
 تو خاندیس کے بادشاہ نے جو ایک طرح سے اس کا قریبی رشتہ دار تھا اس کے پاس جیسا کہ بتو  
 ہے کچھ قیمتی تحفے بھیجے۔ ابو الفضل نے اس خیال سے کہ ان کے قبول کرنے سے مملکت ملکی  
 کے تصفیہ کرنے میں اس کی سائے پر اڑ پڑے گا وہ تحفے واپس کئے۔ اور لکھا کہ اگر ان تحفوں سے  
 یہ منشا رہے کہ میں تمہاری رعایت کروں تو یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا۔ اگر صرف دوستی کا  
 اظہار اور استحکام تھا تو میں پہلے ہی سے تمہارا صادق دوست ہوں۔ اور بادشاہ کی  
 عنایت سے مجھ کو ایسی چیزوں کی حاجت ہی نہیں۔ اس لئے غلہ کے سلسلہ میں جو لوگ اس سے ملے  
 اس کی مخالفت اور ہمالیہ شہر ہستی سہراہل علم جو اس کے پاس جاتا تھا وہ اس کے  
 ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک ضرور کرتا تھا اور ہزاروں آدمی اس کی سفارش سے نوکری کرتے تھے۔  
 جانے سے کچھ دن پہلے انگریز کی آخر سطروں میں اس نے اپنی حالت اس طرح پر بیان کی ہے :-  
 "اگرچہ مبارک کہ میں، ابو الفضل پرستخوار ایوں کا گروا پڑتا ہے اور لوگ اس  
 کی حالت سے حیرت حاصل کرتے ہیں۔"

"مختارہ نفرت کے ہنگامے اس کے سبب گرم ہیں لیکن چونکہ اس کو سمجھتا ہے کہ اس کی کچھ بچت  
 ہیں اس کو بالخصوص (صلح کل) کہتے ہیں۔ درخت کے خاص بندوں میں سمجھتے ہیں۔"  
 "بادشاہ ہمیشہ ابو الفطرت کہتے ہیں۔ جو لوگ ہندو اور ولیر ہیں اس کو ابو الامت کہتے ہیں۔"  
 اور کچھ دیر سمجھتے ہیں۔"

"دوسرے بادشاہ ہندو ہی اس کو اس خاندان کے منتوب آدمیوں سے سمجھتے ہیں۔"  
 "دوسرے تیز ہوا میں دنیا کا کتا کہتے ہیں اور دنیا کے گروا ہیں آجانیوالا خیال کرتے ہیں۔"  
 "دوست سے آدمی اس کو گروا والی کا جواری کہتے ہیں اور ماسٹروں کے چارہ کی مجلس

ہندوؤں کی تاریخ

## شرح غری ملازمین

یہ کتاب میں غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔

## مقدمہ

یہ کتاب غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔

یہ کتاب غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔

## شرح غری ملازمین

یہ کتاب غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔

## حجرات نور محمد

یہ کتاب غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔

## فروسی اور امیر شہنا

یہ کتاب غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔

## عالمگیر

یہ کتاب غری ملازمین کے حقوق و فرائض اور ان کے ساتھ کرنے والی باتوں کی تفصیل ہے۔ اس کتاب کے مصنف نے غری ملازمین کے حقوق کو بیان کرنے کی غرض سے یہ کتاب لکھی ہے۔









